AL-TABYEEN, *[ISSN (P)* 2664-1178*, (E)* 2664-1186 | *Jan-Jun-2021, Vol: 5, Issue: 1*

سورہ نور کے تناظر میں مفتی محمد شفیعؒ کے فقہی طرز استدلال

(اختصاصی مطالعہ)

ڈاکٹر محمد مدثر شفیق*

ڈاکٹر محمد نعیم انور الازھری**

ABSTRACT

Mufti Muhammad Shafi's tafseer is an important and educational extract in the Quranic field. Tafseer Muarif ul Quran has its own relevance and rank amongst others. This tafseer concentrates on current fiqhi issues and give their solutions with strong signs and It is also discussed social issues of the society.This article examines the fiqhi style and qualities of Mufti shafi "especially study of Surah Noor" which are prominent factor of the tafseer.This tafseer has converted the difficult terms and words into easy way and elaborated Quranic verses with Hadith and old translations.

Key words: فقہاء، محدثین، لعان، ، استنباط، تصوف، عصبہ

قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا اور اس میں کسی کو شک وشبہ کرنے کی گنجائش نہیں کہ دین اسلام کی اصل اساس قرآن مجید ہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث بھی گو شریعت اسلامی میں بنیادی حیثیت کی حامل ہیں لیکن وہ اس لیے کہ ان کی زبان ترجمان قرآن کریم ہی کا بیان ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کے پہلے مفسر نبی کریم ﷺ کی ذات قدسیہ ہے آپ ﷺ جہاں الفاظ قرآن کی تعلیم دیتے وہاں اس کے معنی و مفہوم سے بھی صحابہ کرامؓ کو آگاہ فرماتے اور یہ معنی و مفہوم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا۔

* وزٹنگ لیکچرر، اسلامک سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ، نمل یونیورسٹی، ملتان کیمپس

** اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ عریبک اینڈ اسلامک سٹڈیز، جی سی یونیورسٹی، لاہور

قرآن مجید میں ہے۔

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾[1]

امام ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ہم نے یہ قرآن آپ ﷺ کی طرف نازل کیا کیونکہ آپ ﷺ اس کے معانی و مطالب کو خوب سمجھتے ہیں۔ اس کتاب کے آپ ﷺ بہت حریص ہیں اور آپ ﷺ ہی اس پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے، افضل الخلق اور سید اولاد آدم ہیں۔ اس کے اجمال کی تفصیل اور اشکال کی وضاحت آپ ﷺ ہی کر سکتے ہیں[2] آپ ﷺ جو تفسیر فرماتے وہ بھی منجانب اللہ ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾[3]

یوں سب سے پہلے صاحب قرآن نے خود قرآن کی تفسیر فرمائی۔ صحابہ کرامؓ کو کسی مسئلے کی وضاحت درکار ہوتی تو آپ ﷺ کی طرف ہی رجوع کرتے۔ اسی طرح دور صحابہؓ میں تابعینؒ، صحابہ کرامؓ سے تفسیر پوچھتے اور تبع تابعین، تابعین اور صحابہ کرام ﷺ کی احادیث سے حاصل ہونے والے علم تفسیر کو جمع کرتے اور مابعد علماء بھی اسی راہ کو اپناتے ہوئے زمانہ در زمانہ علوم تفسیر کو جمع کرتے رہے اور آج تک یہی طریقہ کار جاری ہے۔ گزشتہ چودہ صدیوں میں مختلف فکری رجحان رکھنے والے علماء جن میں محدثین، فقہاء، صوفیاء، حکماء، فلاسفہ، سائنس دان اور متکلمین شامل تھے۔ سب نے اپنی شوق ضروریات اور تقاضوں کے تحت اس بحر ناپید کنار کی طرف رجوع کیا اور انہی ذوق ہائے رنگا رنگ کی بنیاد پر عمومی تفاسیر کے علاوہ انواع و اقسام کی موضوعاتی تفاسیر کی کثیر تعداد منظر عام پر آئیں۔ ان موضوعات میں سے ایک نہایت اہم موضوع فقہی تفسیر کا بھی ہے یعنی وہ تفاسیر جن میں قرآن مجید کی آیات کی تفسیر میں فقہی احکام بیان کیے گئے ہوں۔

بیسویں صدی عیسوی میں لکھی جانے والی مشہور اردو تفاسیر میں ایک تفسیر "معارف القرآن" ہے جس کے مفسر مفتی محمد شفیعؒ ہیں۔ معارف القرآن جو کہ ایک فقہی تفسیر ہے اس کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مفسر کو

---

[1] ۔ النحل:44:16

[2] ۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، امام، تفسیر ابن کثیر، مترجم، محمد اکرم الازہری، 992:2 ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2004ء

[3] ۔ النجم:3,4:53

فقہی امور سے گہرا لگاؤ ہے۔ جہاں بھی احکامی آیات کی تفسیر کرتے ہیں وہاں مسائل اور احکام کے استنباط کیے بغیر آگے نہیں جاتے اور پھر ان قرآنی آیات کے ثبوت میں بنیادی فقہی کتب اور فتاویٰ جات پیش کرتے ہیں۔ حضرت مفتی محمد شفیع 20 شعبان 1314ھ میں اور جنوری 1897ء میں ہندوستان کے مشہور قصبہ دیوبند میں پیدا ہوئے۔[1] آپ کے والد کا نام یٰسین تھا، بچپن سے ہی والد کے ساتھ علمی وادبی محفلوں میں شرکت کرتے تھے۔[2] مولانا مفتی محمد شفیع کے سلسلہ نسب مشہور روایات کے مطابق خلیفہ راشد حضرت عثمان غنیؓ سے جاملتا ہے۔

چنانچہ وہ اپنے خاندان کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

"مجھے اپنے خاندان کا کوئی نسب نامہ ہاتھ نہیں آیا۔ جس سے خاندان کے صحیح اور مستند حالات معلوم ہوتے، مگر شریعت نے ان معاہدات میں سند منتقل ہونے کی شرط نہیں رکھی بلکہ بڑے بوڑھوں کی زبان پر عام شہرت کو کافی سمجھا ہے جس کو فقہاء کی اصطلاحات میں تسامع کہا جاتا ہے۔ میں نے اپنے خاندان کے بزرگوں سے یہ بات سنی ہے کہ خاندان حضرت عثمان غنیؓ کی اولاد سے ہے۔"[3]

جب آپ کی عمر سولہ سال تھی اصول فقہ اور ادب وغیرہ کی متوسط کتابیں دارالعلوم کے درجہ میں باقاعدہ داخل ہو کر ایسے چند اساتذہ سے باقاعدہ پڑھیں۔ ان کے بارے میں آپ خود فرماتے ہیں:

"اگر ہم اپنے بزرگوں کے علمی وباطنی کمالات کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ نہ کرتے تو ہمیں اپنے قدیم اسلاف، تابعین، تبع تابعین کے حیرت ناک دینی کمالات کا مشاہداتی علم نہ ہو سکتا۔"[4] مفتی صاحب نے تقریباً ہر موضوع پر کتب تصنیف فرمائی ہیں جن کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ سید محمود

1۔ سید محمود قاسم، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، شاہکار فاؤنڈیشن، کراچی، 1992ء، ص 1334

2۔ محمد تقی عثمانی، مفتی، میرے والد ماجد، ادارہ اشاعت کراچی، س ن، ص 6

3۔ محمد اکبر شاہ بخاری، حافظ، اکابر علمائے دیوبند، ادارہ اسلامیات، لاہور ص ,190۔ (ii) محمد تقی عثمانی، مفتی، البلاغ مفتی اعظم نمبر، ص 97

4۔ مفتی محمد شفیع، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، دارالاشاعت، کراچی، ص 85

قاسم اس بارے لکھتے ہیں: قرآن و حدیث و فقہی مسائل اور تصوف و اصلاح جیسے اہم موضوعات
پر آپ نے بے شمار علمی اور دینی تصانیف مرتب فرمائیں جن کی تعداد دو سو سے زائد ہے۔[1]

ان میں سے چند مشہور کتب درج ذیل ہیں جن سے مفتی صاحب کے فقہی ذوق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

1۔ضبط ولادت کی عقلی شرعی حیثیت

2۔ تفسیر معارف القرآن

3۔انسانی اعضاء کی پیوند کاری

4 ۔اسلام کا نظام تقسیم دولت

5 ۔قرآن مجید میں نظام زکوٰۃ

6۔احکام دُعا

7 ۔بیمہ زندگی

8۔مسئلہ سود

9۔تصویر کے شرعی احکام

10۔آلات جدیدہ کا شرعی استعمال

11۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

12۔اوزان شرعیہ

تفسیر معارف القرآن کا فقہی طرز استدلال:

ا۔ قرآنی لغوی بحث:

مفسر نے جہاں جہاں کوئی ایسا لفظ آیا ہے جو لغوی طور پر اجنبی یا وضاحت طلب ہے وہاں پر اس کی لغوی بحث ضرور کی ہے۔ جیسا کہ

[1] ۔سید محمد قاسم، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص1334

﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِءَةَ جَلْدَةٍ﴾ ([1])

کی تفسیر میں جب زانی اور زانیہ کو لگائے جانے والے کوڑوں کی حالت کی وضاحت کرتے ہیں تو وہاں فاجلدوا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''فاجلدو'' لفظ ''جلد'' کوڑا مارنے کے معنی میں آتا ہے۔ وہ ''جِلْد'' سے مشتق ہے۔ کیونکہ کوڑا عموماً چمڑے سے بنایا جاتا ہے۔ بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ لفظ ''جَلْد'' سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ کوڑوں یا دروں کی ضرب اس حد تک رہنی چاہیے کہ اس کا اثر انسان کی کھال تک رہے گوشت تک نہ پہنچے۔([2]) اسی طرح آیت افک إِنَّ الَّذِيْنَ جَاؤُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُم ([3]) میں افک کے معنی بیان کرتے ہوے لکھتے ہیں کہ افک کے اصلی لغوی معنی پلٹ دینے اور بدل دینے کے ہیں۔ بدترین قسم کا جھوٹ جو حق کو باطل سے اور باطل کو حق سے بدل دے، پاکباز متقی کو فاسق اور فاسق کو متقی پرہیز گار بنادے اس جھوٹ کو بھی افک کہتے ہیں۔ اور ساتھ ہی لفظ عصبۃ کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عصبۃ کے معنی جماعت کے ہیں جو دس ۱۰ سے چالیس ۴۰ تک ہو۔ اس سے کم و بیش پر بھی بولا جاتا ہے۔([4])

کہیں کہیں لغوی بحث کی وضاحت میں لغات کی کتابوں کا حوالہ بھی نظر آتا ہے جیسا کہ یغضو کی لغوی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ یہ لفظ غض سے مشتق ہے جس کے معنی پست کرنے کے اور کم کرنے کے ہیں اور یہاں راغب اصفہانی کا حوالہ دیتے ہیں۔([5])

۲۔ قرآنی آیات کی تقویت کے لیے احادیث کا استعمال

جیسا کہ امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کی حدیث نبوی ﷺ کو دین اسلام میں بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں پر حدیث نبوی ﷺ سامنے نہ ہو تو مطلوبہ آیت کا حقیقی معنی سمجھنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے

1۔ النور 2:24

2 ۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، 343:6، مکتبہ معارف القرآن، کراچی

3 ۔ النور، 11:24

4 ۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، 375:6

5 ۔ ایضاً: 395:6

وَكُلُواْ وَاشْرَبُواْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ [1]

مندرجہ بالا آیت جب نازل ہوئی تو صحابہ کو اس کا مطلب سمجھنے میں مشکل پیش آئی۔ جیسا کہ حضرت عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں کہ میں نہیں سمجھا کہ کالے یا سفید دھاگے سے کیا مراد ہے؟ میں فجر تک ان دونوں دھاگوں کو دیکھتا رہا ہوں اور وہ مجھے ایک جیسے دکھائی دیئے۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا پھر میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ ہر وہ چیز جس کی آپ ﷺ نے مجھے وصیت کی تھی مجھے یاد ہے البتہ سفید دھاگے اور کالے دھاگے کا مطلب مجھے یاد نہیں۔ رسول اللہ ﷺ مسکرائے گویا کہ آپ ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ میں نے کیا کیا تھا، میں نے کہا کہ میں نے ان دونوں دھاگوں کو بٹ لیا اور رات بھر ان کو دیکھتا رہا، مجھے یہ ایک جیسے دکھائی دیئے، رسول اللہ ﷺ ہنسے حتیٰ کہ آپ ﷺ کہ ڈاڑھیں دکھائی دیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں نے آپ کو فجر کا لفظ نہیں کہا تھا، اس سے مراد رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔ [2]

اسی لیے تمام مفسرین کی طرح موصوف نے بھی اپنی تفسیر میں آیات کے دلائل کو احادیث نبوی ﷺ کے ساتھ بڑی خوبصورتی سے مزین کیا ہے۔ جیسا کہ حد قذف کے احکامات نازل ہونے کے بعد کچھ صحابہؓ کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوا کہ کسی پر تہمت لگانے اور ثبوت نہ لانے پر اس کی سزا تو واضح ہو گئی، لیکن اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو اسی حالت میں پائے تو اس کے لیے کیا چار گواہوں کی تلاش میں نکلے گا؟ اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آیات لعان نازل کیں اور ان میں اس کے احکام بتلائے۔ موصوف نے صحیحین میں موجود وہ مکمل حدیث جس میں سوال اور پھر لعان کی عملی شکل موجود ہے بیان کی ہے۔

جو کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ:

> حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "الذین یرمون ازواجھم" حضرت سعد نے کہا یا رسول اللہ میں جانتا ہوں کہ یہ آیت برحق ہے اور اللہ کی طرف سے ہے۔ لیکن مجھے اس پر تعجب ہے کہ اگر میں کسی شخص کو اس حال میں پاؤں کہ میری بیوی کی رانیں کسی شخص پر

1۔ البقرۃ، 187:2

2 - محمد بن جریر طبری، امام، جامع البیان، مطبوعه دارالمعرفه ،بیروت، 1409 ھ، 100:2

ہوں تو میرے لئے یہ ممکن نہیں ہو گا کہ میں ان کو باز رکھنے کے لئے چار گواہ پیش کروں۔ پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے انصار تم نے نہیں سنا کہ تمہارے سردار نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ اس کو ملامت نہ کریں اس سے بڑھ کر ہم میں کوئی غیرت مند نہیں ہے۔ اس نے جب بھی نکاح کیا کنواری لڑکی سے کیا اور اس نے اپنی جس بیوی کو طلاق دی تو کسی نے اس سے نکاح کی خواہش نہیں کی۔

حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ کیا یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں، اس کو اتنے گواہ پیش کرنا ہوں گے۔ جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے۔ پھر ان کے عم زاد، بلال بن امیہ اس سانحہ میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی کہ انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرد کو پایا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے سورہ نور کی یہ آیت نازل فرمائیں۔ جب مرد نے اپنی بیوی کے خلاف چار مرتبہ شہادت دے دی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا رک جاؤ، یہ شہادت تم پر واجب ہے۔ پھر اس سے فرمایا اگر جھوٹے ہو تو توبہ کر لو اس نے کہا اللہ کی قسم میں سچا ہوں۔ پھر اس نے پانچویں قسم بھی کھالی۔ پھر اس کی بیوی نے اللہ کی قسم کھا کر چار مرتبہ گواہی دی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا رک جاؤ یہ شہادت واجب ہے پھر اس سے فرمایا اگر تم جھوٹی ہو تو توبہ کر لو وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر اس نے کہا میں اپنی قوم کو رسوا نہیں کروں گی۔ اس نے پانچویں بار قسم بھی کھالی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر اس کا ایسا بچہ ہوا تو وہ فلاں کا ہے۔ پھر اس کے ہاں ویسا ہی بچہ پیدا ہو گیا۔[1]

اسی طرح واقعہ افک میں حضرت عائشہ صدیقہؓ پر لگائی جانے والی قدغن کی مکمل وضاحت جو کہ آیت افک کا سبب نزول ہے مفتی صاحب نے آیت کی ابتداء میں[2] بیان کیا ہے جو کہ احادیث کی کتب میں جامعیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ مفتی صاحب نے گاہے بگاہے اسی طرز عمل کو اختیار کیا ہے کیونکہ وہ حدیث نبوی کی اہمیت

---

[1]۔احمد بن حنبل، امام،مسند احمد، دارالحدیث، قاہرہ، طبع جدید، رقم الحدیث، 2131، (ii) علی بن ابی بکرالہثیمی، حافظ،مجمع الزوائد، مطبوعہ دارالکتب العربی، بیروت، 1402ھ،11,12:5 (iii)فضل بن حسن طبرسی، شیخ،مجمع البیان،178:7

[2]۔ مفتی محمد شفیعؒ،معارف القرآن،365:6

کو بخوبی سمجھتے ہیں اور ہر جگہ یہی طریقہ کار استعمال کرتے ہیں جو کہ ان کی تفسیر کی اہمیت کو بڑھا دیتا ہے۔

۳۔ احادیث کا واضح ثبوت اور اس سے استدلال

مفتی صاحب آیات کی تفسیر کے دوران جب بھی مسائل اخذ کرتے ہیں تو ان مسائل یا گفتگو کا انحصار کسی تخیلاتی یا ذہنی اختراع پر نہیں ہوتا بلکہ وہ اس بات کے لیے حدیث نبوی ﷺ سے استدلال کرتے نظر آتے ہیں جیسا کہ استیذان کی تفسیر کرتے ہوئے درج ذیل آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتاً غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا﴾ [1]

کہ اس خطاب میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں جیسا کہ عام طور پر احکام قرانیہ اسی طرح مردوں کو مخاطب کر کے آتے ہیں اور عورتیں ان میں شامل ہوتی ہیں۔ بجز مخصوص مسائل کے جنکی خصوصیت مردوں کے ساتھ بیان کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ نساء صحابہؓ کا بھی یہی معمول تھا کہ کسی کے گھر جاویں تو پہلے ان سے استیذان کریں۔ حضرت ام ایاسؓ فرماتی ہیں کہ ہم چار عورتیں اکثر حضرت عائشہؓ کے پاس جایا کرتی تھیں اور گھر میں جانے سے پہلے استیذان لیا کرتی تھیں۔ جب وہ اجازت دیا کرتی تو اندر جاتی تھیں۔[2] آیات کا ذکر اور ترجمہ کرنے کے بعد مفسرین کا یہی طرز عمل ہونا چاہیے کہ حدیث نبوی سے ہی اس کی وضاحت اور مثال دے دی جائے تا کہ قاری کو دور حاضر میں اس پر عمل کرنے میں کوئی تذبذب نہ ہو کیونکہ آیت کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا صحابیات کا عمل بھی ساتھ بیان کرنے سے تفسیر کی اہمیت یقیناً بڑھ جاتی ہے۔

۴۔ اقوال صحابہؓ اور آثار سے استدلال

"استیذان" کا مسنون طریقہ کی سرخی بنا کر پیراگراف میں موصوف نے احادیث نبوی ﷺ سے استیذان کے سنت طریقہ کے متعلق استدلال کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں احادیث نبوی ﷺ کے ساتھ ساتھ اقوال صحابہؓ اور آثار سے بھی اپنے جواز کو مزید تقویت دیتے ہیں کہ استیذان کے مسنون طریقہ میں ماوردی نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر اجازت لینے سے پہلے گھر کے کسی آدمی پر نظر پڑ جائے تو پہلے سلام کرے اور پھر اجازت

[1] النور، 27:24
[2] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن: 387:6

طلب کرے ورنہ پہلے اجازت طلب کرلے اور جب گھر میں جائے تو سلام کرے مگر عام روایات کتب حدیث سے جو مسنون طریقہ معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ باہر سے پہلے سلام کرے السلام علیکم۔ اسکے بعد اپنا نام لیکر کہے کہ فلاں شخص ملنا چاہتا ہے۔

امام بخاریؒ نے "کتاب المفرد" میں حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جو شخص سلام سے پہلے استیذان نہ لے اس کو اجازت نہ دو (کیونکہ اس نے مسنون طریقہ کو چھوڑ دیا)۔ مزید لکھتے ہیں کہ پہلے سلام اور پھر داخل ہونے کی اجازت کا بیان جو احادیث سے ثابت ہے اس میں بہتر یہ ہے کہ اجازت لینے والا خود اپنا نام لیکر اجازت طلب کرے جیسا کہ فاروق اعظمؓ کا عمل تھا۔

انہوں نے آنحضرت ﷺ کے دروازے پر آکر یہ الفاظ کہے السلام علی رسول اللہ السلام علیک أیدخل عمر، یعنی سلام کے بعد کہا کہ عمرؓ داخل ہو سکتا ہے؟[1]

اور صحیح مسلم میں ہے کہ:

ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت عمر بن خطاب کے پاس گئے اور کہا السلام علیکم ھذا ابو موسیٰ، پھر کہا السلام ھذا الاشعریؓ۔[2]

اس میں بھی پہلے اپنا نام ابو موسیٰ بتلایا پھر مزید وضاحت کے لیے اشعری کا ذکر کیا اور یہ اس لیے کہ جب تک آدمی اجازت لینے والے کو پہچانے نہیں تو جواب دینے میں تشویش ہو گی اس تشویش سے بھی مخاطب کو بچانا چاہیے۔

آثار صحابہؓ سے مزید استدلال کرتے ہوئے مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ خطیب بغدادیؒ نے اپنی جامع میں علی بن عاصم واسطیؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ بصرہ گئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی ملاقات کو حاضر ہوئے، دروازہ پر دستک دی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ تو جواب دیا انا (یعنی میں ہوں) تو حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ میرے دوستوں میں تو کوئی بھی ایسا نہیں جسکا نام انا ہو۔ پھر باہر تشریف لائے اور ان کو حدیث سنائی۔

---

[1] ۔ محمدبن اسماعیل بخاری، الصحیح البخاری ،دارالسلام، ریاض، رقم الحدیث4551

[2] ۔مسلم بن حجاج القشیری ، الصحیح المسلم، دارالسلام، ریاض، رقم الحدیث،5562 (ii)، سلیمان بن اشعث ابوداؤد ،سنن ابوداؤد،،دارالسلام، ریاض، رقم الحدیث،5181

"عن جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَيْنٍ كَانَ عَلَى أَبِي، فَدَقَقْتُ البَابَ، فَقَالَ: «مَنْ ذَا» فَقُلْتُ: أَنَا، فَقَالَ: «أَنَا أَنَا» كَأَنَّهُ كَرِهَهَا "[1]

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں اس قرض کے متعلق حاضر ہوا جو میرے والد گرامی کے ذمے تھا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے دریافت فرمایا: "کون ہو؟" میں نے عرض کی: میں ہوں۔ آپ نے فرمایا: "میں ہوں، میں ہوں" گویا آپ نے اس انداز کو ناپسند فرمایا۔"

﴿وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ﴾[2]

اس آیت کی تفسیر میں جب نکاح کے لیے ولی کی اہمیت اور رضامندی کا ذکر کرتے ہیں تو اس میں احناف کی گفتگو یا آراء کو ترجیح دیتے نظر آتے ہیں۔ آیت مذکورہ کے طرز خطاب سے اتنی بات تو باتفاق آئمہ فقہا سے ثابت ہے کہ نکاح کا مسنون اور بہتر طریقہ یہی ہے کہ خود اپنا نکاح کرنے کے لیے کوئی مرد یا عورت بلاواسطہ اقدام کی بجائے اپنے اولیاء کے واسطے سے یہ کام انجام دے، اس میں دین و دنیا کے بہت سے مصالح اور فوائد ہیں۔ خصوصاً لڑکیوں کے معاملے میں کہ لڑکیاں اپنے نکاح کا معاملہ خود طے کریں، یہ ایک قسم کی بے حیائی بھی ہے اور اس میں فواحش کے راستے کھل جانے کا خطرہ بھی ہے۔ اسی لیے بعض روایت حدیث میں عورتوں کو خود اپنا نکاح بلاواسطہ ولی کرنے سے روکا بھی گیا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور بعض دوسرے آئمہ کے نزدیک یہ حکم ایک خاص سنت اور شرعی ہدایت کی حیثیت میں ہے۔ اگر کوئی بالغ لڑکی اپنا نکاح بغیر اجازت ولی کے اپنے کفو میں کرے تو نکاح صحیح ہو گا۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے

و ينعقدنكاح الحرة العاقلةالبالغة برضاءها وإن لم يعقد عليها ولى بكرا كانت او ثيبا عند ابى حنيفه[3]

---

[1]۔محمدبن اسماعيل بخارى،الصحيح البخارى، رقم الحديث،6025 ، (ii) مسلم بن حجاج القشيرى ، الصحيح المسلم، رقم الحديث،2155 (iii) احمد بن شعيب نسائى ،سنن نسائى، رقم الحديث،دارالسلام،رياض3638

[2]۔ النور،32:24

[3] ۔ على بن ابى بكر مرغينانى ، ، امام،بدايه،كتاب االنكاح،مكتبه امداديه، ملتان،293;2

لیکن اگر ولی نے نکاح کو رد کر دیا تو اس سے عقد کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور عقد صحیح نافذ اور لازم ہو گا الا یہ کہ عورت نے مہر مثل سے کم میں کیا ہو۔

جیسا کہ الدر المختار میں ہے:

واذا تزوجت المراءۃ و نقصت عن مہر مثلہا فللاولیاء الاعتراض علیہا[1]

اگرچہ خلاف سنت کرنے کی وجہ سے وہ موجب ملامت ہو گی جبکہ اس نے کسی مجبوری سے اس پر اقدام نہ کیا ہو اور امام شافعیؒ اور بعض دوسرے آئمہ کے نزدیک اسکا نکاح ہی باطل و کالعدم ہو گا جب تک ولی کے واسطہ سے نہ ہو۔

5۔ فقہی بصیرت

مفتی صاحب کا فقہی احکام سے کافی لگاؤ نظر آتا ہے جہاں جہاں احکامی آیات کی تفسیر کرتے ہیں ان میں سب سے پہلے قرآن کی تفسیر قرآن سے اور پھر ان کی تفسیر حدیث کے استدلال سے بھرپور ہے اور اس کے بعد قدیم مفسرین اور فقہاء کی آراء کو بھرپور طریقے سے ذکر کرتے ہیں اور آخر میں ان آیات سے متعلقہ فقہی احکام بیان کرتے ہیں جو کہ ان کی فقہی بصیرت اور قوتِ استدلال کا واضح ثبوت ہے۔ خاص طور پر دور جدید میں پیدا ہونے والے کچھ احکام کا تفصیلی نوٹ بیان کرتے ہیں۔ احادیث، فقہاء اور مفسرین کی آراء کے بعد، **مسئلہ** کی سرخی ڈال کر ذیل میں جتنے بھی متعلقہ فقہی احکامات یا مسائل ہوتے ہیں ان کو درج کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس دور میں صحابہؓ نبی کریم ﷺ کی رفاقت پانے کے لیے جہاد میں شرکت کرتے تو اپنے گھروں کی کنجیاں معذور افراد یا اپنے دوستوں کے حوالے کرتے تھے تو ان گھروں میں رہنے والوں کے لیے بلا اجازت کھانے پینے کے بارے میں مفتی صاحب اپنی رائے دیتے ہیں کہ عرب کی عام عادت کے مطابق ایسے قریبی رشتہ داروں میں کوئی تکلف نہ تھا۔ ایک دوسرے کے گھر سے کھاتے پیتے تو گھر والوں کو کسی قسم کی تکلیف یا ناگواری نہ ہوتی تھی بلکہ وہ اس سے خوش ہوتے تھے۔ اسی طرح اس سے بھی کہ وہ اپنے ساتھ کسی معذور یا بیمار مسکین کو بھی کھلا دے۔ ان سب چیزوں کی گو صراحتًا اجازت نہ دی ہو مگر عادۃ اجازت تھی اس علت جواز سے ثابت ہوا کہ جس زمانے یا جس مقام میں ایسا

[1] ۔ علاؤالدین حصکفی، امام، الدرالمختار، کتاب النکاح، 419:2، مطبعہ عثمانیہ، استنبول، 1327ھ

رواج نہ ہو اور مالک کی اجازت مشکوک ہو وہاں بغیر صریح اجازت مالک کے کھانا پینا حرام ہے۔ جیسا کہ آجکل عام طور پر نہ یہ عادت رہی نہ اس کو کوئی گوارہ کرتا ہے کہ کوئی عزیز قریب ان کے گھر میں جو چاہے کھائے پیئے یا دوسروں کو کھلائے پلائے۔ اس لیے آجکل عام طور پر اس اجازت پر عمل کرنا جائز نہیں بجز اس کے کہ کسی دوست عزیز کے متعلق کسی کو یقینی طور پر ثابت ہو جائے کہ وہ اس کے کھانے پینے یا دوسروں کو کھلانے پلانے سے کوئی تکلیف یا ناگواری محسوس نہ کرے گا بلکہ خوش ہو گا تو خاص اس کے گھر سے کھانے پینے میں اس آیت کے مقتضیٰ پر عمل جائز ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ مذکورہ بیان سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا بلکہ حکم اول سے آج تک جاری ہے البتہ شرط اس کی مالک کی اجازت کا یقین ہے۔ جب یہ نہ ہو تو مقتضائے آیت میں داخل ہی نہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ حکم صرف ان مخصوص رشتہ داروں میں ہی منحصر نہیں بلکہ دوسرے شخص کے بارے میں اگر یہ یقین ہو کہ اس کی طرف سے ہمارے کھانے پینے اور کھلانے پلانے کی اجازت ہے وہ اس سے خوش ہو گا اور اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔[1]

۷۔ فقہی جزئیات کا احاطہ

مفتی صاحب احکام کے بیان میں کلیات اور جزئیات دونوں کا احاطہ کرتے ہیں۔ کلیات میں درجہ بدرجہ جزئیات کو درج کرتے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔ زنا، قذف، واقعہ افک، لعان، نکاح، غض بصر، استیذان کے احکامات، آیت استخلاف کی حقیقت، اطاعت الٰہیہ اور اطاعت رسول ﷺ۔ ان کلی احکام میں سے ہر ایک کے تحت اس کے جزئیات بھی درج کرتے ہیں۔ جیسا کہ غض بصر کی بحث میں انسداد فواحش اور حفاظت عصمت کی کلی گفتگو کے ذیل میں حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ:

عن جریرقال :سالت رسول الله ﷺ عن نظرة الفجاة فقال:اصرف بصرک[2]

انہوں نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا کہ اگر بلا ارادہ اچانک کسی غیر محرم عورت پر نظر پڑے تو کیا کرنا چاہیے؟ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ اپنی نظر اس طرف سے پھیر لو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث

[1] ۔ مفتی محمد شفیع،، معارف القرآن:451:6

[2] ۔محمد بن عیسیٰ ترمذی ، سنن ترمذی، دارالسلام، ریاض، رقم الحدیث :2776 (ii)ابوداؤدسلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث 2148

میں جو یہ آیا ہے کہ پہلی نظر تو معاف ہے دوسری گناہ ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ پہلی نظر جو بلا ارادہ اچانک پڑ جائے وہ غیر اختیاری ہونے کے سبب معاف ہے ورنہ بالقصد پہلی نظر بھی معاف نہیں۔اس ذیل میں جزئیات کا احاطہ کرتے ہوئے بے ریش لڑکوں کی طرف قصداً نظر کرنا بھی اسی حکم میں ہے ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ بہت سے اسلاف امت کسی مرد (بے ریش) لڑکے کی طرف دیکھتے رہنے سے بڑی سختی کیساتھ منع فرماتے تھے اور بہت سے علماء نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔(غالباً یہ اس صورت میں ہے جب کہ بری نیت اور نفس کی خواہش کے ساتھ پڑ جائے)۔[1]

﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ﴾[2]

اسی طرح مندرجہ بالا آیت پردہ میں بیان کردہ آٹھ قسم کے محرم مردوں اور چار دوسری اقسام کا پردہ سے استثناء بیان کرنے کے بعد درج ذیل اہم جزئیات بیان کرتے ہیں "" زیور کی آواز غیر محرموں کو سنانا جائز نہیں "عورت کی آواز کا مسئلہ "خوشبو لگا کر باہر نکلنا اور مزین برقع پہن کر نکلنا بھی ناجائز ہے"". کے عنوانات کے تحت ان کی خوب وضاحت کی ہے۔[3] موصوف کا رجحان کیونکہ فقہی ہے اسی لیے تفسیر کرتے ہوئے آیات، حدیث نبوی اور صحابہ کرام کے اقوال کے بعد دور حاضر میں پیدا ہونے والے مسائل کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور جتنی جزئیات اس سے متعلقہ قاری کے لیے فائدہ مند ہو سکتی ہیں انکا ذکر ضرور کرتے ہیں۔

۸۔احکام کے سماجی مضمرات کا تذکرہ

موصوف بعض آیات جن سے احکام مستنبط ہوتے ہیں وہاں جزوی اور فروعی احکام بیان کرنے کی بجائے بڑی جامعیت سے ان کے ہمہ گیر معاشرتی و سماجی اثرات و مضمرات پر گفتگو کرتے ہیں جیسا کہ زنا کی گفتگو میں بیان

---

[1] ۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن6:399.400

[2] ۔النور،31:24

[3] ۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن،6:403,4,5

کرتے ہیں کہ یہ ایک بہت بڑا گناہ ہے اور معاشرے پر اس کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

۱۔ دنیا میں روزمرہ یہ واقعات پیش آتے رہتے ہیں کہ جن لوگوں کے حرم پر ہاتھ ڈالا گیا ہو وہ اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر زانی کے قتل وفنا کے درپہ ہوتے ہیں اور یہ جوش انتقام نسلوں میں چلتا ہے اور خاندانوں کو تباہ کر دیتا ہے۔

۲۔ جس قوم میں زنا عام ہو جائے وہاں کسی کا نسب محفوظ نہیں رہتا۔ ماں، بہن، بیٹی وغیرہ جن سے نکاح حرام ہے جب یہ رشتے بھی غائب ہو گئے تو اپنی بیٹی اور بہن بھی نکاح میں آسکتی ہے جو زنا سے بھی زیادہ اشد جرم ہے۔

۳۔ غور کیا جائے تو دنیا میں جہاں کہیں بدامنی اور فتنہ وفساد ہوتا ہے اس کا بیشتر سبب عورت اور اس سے کم مال ہوتا ہے۔ جو قانون عورت اور دولت کی حفاظت صحیح انداز میں کر سکے ان کو ان کے مقررہ حدود سے باہر نہ نکلنے دے وہی قانون امن عالم کا ضامن ہو سکتا ہے۔ انسانی معاشرہ کے لیے اس کی تباہ کاری کے معلوم ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے اسی لیے اسلام نے زنا کی سزا کو دوسرے سارے جرائم کی سزاؤں سے اشد قرار دیا ہے۔[1]

۹۔ عصر حاضر میں استدلال

موصوف تفسیر کرتے ہوئے اس بات کا بخوبی خیال رکھتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں بیان کردہ احکامات سے دور جدید کے معاملات کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں اور ان کا حل پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ استیذان کی گفتگو کرتے ہوئے عصر حاضر میں اجازت لینے کے لیے پیش آمدہ مسائل کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ جو لوگ استیذان کرنا چاہیں اور مسنون طریقے کے مطابق باہر سے پہلے سلام کریں پھر اپنا نام بتلا کر اجازت لیں ان کے لیے اس زمانے میں بعض دشواریاں یوں بھی پیش آتی ہیں کہ عموماً مخاطب جس سے اجازت لیتا ہے وہ دروازہ سے دور ہے وہاں تک سلام کی آواز پہنچنا مشکل ہے۔ اس لیے سمجھ لینا چاہیے کہ اصل واجب یہ بات ہے کہ بغیر اجازت گھر میں داخل نہ ہو۔ اجازت لینے کے طریقے ہر زمانے اور ہر ملک میں مختلف ہو سکتے ہیں۔ ان میں ایک طریقہ دروازہ پر دستک دینے کا تو خود روایات حدیث سے ثابت ہے اسی طرح جو لوگ اپنے دروازوں پر گھنٹی لگا لیتے ہیں اس گھنٹی کا بجا دینا بھی واجب استیذان کی ادائیگی کے لیے کافی ہے۔[2]

---

[1] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، 342:6

[2]۔ ایضاً: 391:6

حاصل کلام

تمام گزارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ مفتی محمد شفیعؒ کی تفسیر "معارف القرآن" تفسیری ادب میں ایک اہم علمی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن مجید کی آیات، احادیث نبوی ﷺ اور خاص طور پر فقہ حنفی کی مستند کتب سے استدلال اس تفسیر کے منہج اور خود مفتی صاحب کی شخصیت کی تبحر علمی کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ انہی نمایاں خصوصیات کی بنا پر اس تفسیر کو فقہی تفاسیر میں ایک خصوصی مقام حاصل ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ تفسیر میں مشکل الفاظ کو آسان اور صرفی و نحوی مباحث کے ذریعے مشکل الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معنی کی وضاحت کی گئی ہے۔ موصوف فقہی آراء اور ان میں موجود اختلافات کو حتیٰ الامکان دلائل کے ساتھ واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور بہت سی پیچیدگیوں کی گتھیوں کو سلجھایا گیا ہے۔ آیات کا پس منظر سمجھانے کے لیے ان کے سبب نزول کی مکمل وضاحت کرتے ہیں جس سے آیت کا معنی و مفہوم مزید واضح ہو جاتا ہے۔ دور حاضر کے جدید مسائل کے اطلاقی پہلوؤں کو بھی ذکر کرتے ہیں، ان کو ضرور بیان کرتے ہیں، جیسا کہ گھر کی گھنٹی کے بجانے کو اجازت کے حصول کے مترادف قرار دینا۔ معاشرتی اور سماجی مسائل کی طرف خصوصی توجہ اور ان کے اثرات کا عقلی دلائل سے جائزہ پیش کرنا ان کی تفسیر کی خصوصیت ہے اختلافی گفتگو کو اس قدر منظم اور اعتدال کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ نہ کسی پر ذاتی تنقید کا احساس ہوتا ہے اور نہ ہی کسی کی دل آزاری۔ فقیہ ہونے کے سبب دور حاضر میں نئے پیدا ہونے والے مسائل کا قرآن وحدیث کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں استدلال کرتے ہیں بلکہ ذخیرہ احادیث کے علاوہ قدیم تفسیری ادب جس میں المحرر الوجیز، تفسیر قرطبی، تفسیر ابن کثیر، احکام القرآن از جصاص اور تفسیر مظہری جیسے مصادر علمی سے ان کی تفسیر میں استفادہ کیا گیا ہے۔